SHABANA PERVEEN
Asst. Professor, Dept. of URDU2
Vaishali Mahila College, Hajipur (B.B.A, Bihar University, Muzaffarpur)

B.A (H) Part II , PAPER -III

TOPIC: DARSE ILMUL BALAGHAT

انیس کی مرثیہ گوئی کی خصوصیات

میر انیس لفظوں کے مزاج داں تھے۔ ان کے مرثیوں میں زبان و بیان کے حیرت انگیز تجربے ملتے ہیں۔ نازک سے نازک خیال اور لطیف سے لطیف مضمون کو شعری جامہ پہناتے ہوئے انیس نے اپنی قادرالکلامی کا ثبوت دیا ہے۔ ان کے مرثیوں میں اردو مرثیہ کے مروجہ اجزا اس طرح آپس میں گھل مل گئے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ انہیں کے متعین کردہ ہیں۔ سراپا نگاری، کردار نگاری، جذبات نگاری، منظر نگاری، مکالمہ نگاری اور رزم نگاری میں انہیں وہ کمال حاصل ہے جو آج تک کسی اور مرثیہ گو کے حصے میں نہ آسکا۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے مرثیہ کے ہیرو کے قد و قامت اور خال و خط کے بیان کو سراپا نگاری کہتے ہیں۔ سراپا نگاری میں شاعر اپنے قلم کا زور صرف کر دیتا ہے۔ میر انیس نے اکثر سراپا نگاری میں احتیاط و اختصار سے کام لیا ہے۔ نبی کریم ﷺ اور ائمہ اطہار کے سراپا کے بیان میں انیس نے گریز کا پہلو اختیار کیا ہے، البتہ رفقائے حسینی کے سراپے ضرور تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ جیسے حضرت عباس، حضرت علی اکبر، حضرت قاسم اور عون و محمد کی سراپا نگاری میں انیس نے نہایت جوش و خروش اور عقیدت کا مظاہرہ کیا ہے۔ حضرت عباس کا سراپا بیان کرتے ہوئے ان کے قلم کا زور دیکھئے:

وہ علم دار کہ جو شیر الٰہی کا خلف　　گوہر بحر وفا نیر دیں دُرِ نجف
فخر حمزہ سے نمودار کا جعفر کا شرف　　کس طرح چاند کہوں چاند میں ہے عیب کلف
کس نے پایا وہ جو تھا جاہ و حشم ان کے لئے
یہ علم کے لئے تھے اور علم ان کے لئے

سرو شرمائے قد اس طرح قامت ایسی　　اسد اللہ کی تصویر تھے صورت ایسی
شیر نعروں سے دہل جاتے تھے صورت ایسی　　جا کے پانی نہ پیا نہر میں ہمت ایسی
جان جب تک تھی اطاعت میں رہے بھائی کی
تھے علم دار مگر بچوں کی سقائی کی

انیس کو کردار نگاری میں بھی کمال حاصل ہے۔ انہوں نے دو طرح کے کردار پیش کئے ہیں جو خیر و شر کے نمونے ہیں۔ ایک طرف امام حسین اور ان کے رفقا کے مختصر گروہ کے کردار کی پیش کش میں فن کا جوہر دکھایا ہے تو دوسری طرف یزیدی فوج کے باطل

کرداروں کے مزاج و معیار کی بھی عکاسی ملتی ہے:

سروِ شرمائے قد اس طرح کا قامت ایسی — اسد اللہ کی تصویر تھے صورت ایسی
شیر نعروں سے دہل جاتے تھے صورت ایسی — جا کے پانی نہ پیا نہر میں ہمت ایسی
جان جب تک تھی اطاعت میں رہے بھائی کی
تھے علم دار مگر بچوں کی سقائی کی

مرثیے میں انسانی جذبات کے اظہار کی عکاسی میں بھی انیس کو ملکہ حاصل ہے۔ امام حسین اور ان کے قافلے کے بچے، بوڑھے، جوان، عورتیں، سب کے جذبات الگ الگ مگر مقصد حیات سب کا ایک یعنی جام شہادت نوش فرمانا تھا۔ ظاہر ہے مختلف سن و سال کے افراد کے جذبات کی عکاسی الگ الگ ہوگی اور انیس نے اس باب میں بھی کمال ہنرمندی سے کام لیا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انیس ایک ماہر نفسیات بھی تھے، انسانی جذبات پر ان کی حکمرانی تھی:

صبر سے خوش ہے خدا اے مری غم خوار بہن — سہل ہو جاتا ہے جو امر ہے دشوار بہن
اپنی ماں کا ہے طریقہ تمہیں درکار بہن — پھر میں کہتا ہوں سکینہ سے خبردار بہن
ناز پرور ہے مرے بعد الم اس پہ نہ ہو
بندے کانوں سے اتارو کہ ستم اس پہ نہ ہو

انیس نے اپنے مرثیوں میں منظر نگاری کے بھی اعلیٰ نمونے پیش کئے ہیں۔ کربلا کے دشت بے آب و گیاہ، وہاں کے پیڑ پودے، جنگل، آفتاب کی حدت، لو کی شدت، ریت کی تپش، صبح کا سماں، شام کا سناٹا اور جنگ کے مناظر پیش کرتے ہوئے انیس نے بے پناہ تخلیقی صلاحیت کا مظاہرہ کیا ہے:

ٹھنڈی ٹھنڈی وہ ہوائیں وہ بیاباں وہ سحر — دم بہ دم جھومتے تھے وجد کے عالم میں شجر
اوس نے فرش زمرد پہ بچھائے تھے گہر — لوٹی جاتی تھی لہکتے ہوئے سبزے پہ نظر
دشت سے جھوم کے جب باد صبا آتی تھی
صاف غنچوں کے چٹکنے کی صدا آتی تھی

بلبلوں کی وہ صدائیں وہ گلوں کی خوشبو — دل کو الجھاتے تھے سنبل کے وہ پرخم گیسو
قمریاں کہتی تھیں شمشاد پہ یاہو یاہو — فاختہ کی یہ صدا سرو پہ تھی کوکو کو
وقت تسبیح کا تھا عشق کا دم بھرتے تھے
اپنے معبود کی سب حمد و ثنا کہتے تھے

مکالمہ نگاری اردو نظم و نثر دونوں میں مشکل فن ہے۔ دو افراد کے درمیان ہونے والی گفتگو یا مکالمے کو خصوصی طور پر شعری جامہ پہنانا بے انتہا مشکل فن ہے۔ مکالمہ نگاری کے بعض عمدہ نمونے اردو مثنویوں میں دیکھنے کو ملتے ہیں۔ مگر انیس نے اپنے مرثیوں میں مکالمہ نگاری کے جو نمونے پیش کئے ہیں اس کی نظیر اردو نظم و نثر کی پوری تاریخ آج تک نہ پیش کرسکی۔ امام حسین اور لشکر حسین

کے دیگر افراد کے درمیان ہونے والی گفتگو میں حفظ مراتب، طرز تخاطب، لب ولہجہ اور تہذیب وشائستگی کا لحاظ انیس نے جس طرح رکھا ہے وہ انہیں مکالمہ نگاروں کی صف میں اعلیٰ مقام دلانے کے لئے کافی ہے:

عرض عباس نے کی جوش ہے جراروں کو　　تیر سب کھاتے ہیں تولے ہوئے تلواروں کو
مہمانوں کا نہیں پاس ستم گاروں کو　　مصلحت ہو تو رضا دیجئے غم خواروں کو
روسیاہوں کو ہٹا دیں کہ بڑھے آتے ہیں
ہم جو خاموش ہیں وہ منہ پہ چڑھے آتے ہیں

شہ نے فرمایا مجھے خود ہے شہادت منظور　　نہ لڑائی کی ہوس ہے نہ شجاعت کا غرور
جنگ منظور نہ تھی ان سے پر اب ہوں مجبور　　خیر لڑلو کہ ستاتے ہیں یہ بے جرم وقصور
ذبح کرنے کے لئے لشکر ناری آئے
کہیں جلدی مرے سر دینے کی باری آئے

انیس کے مرثیوں میں رزم نگاری کے بھی اعلیٰ نمونے ملتے ہیں۔ رزم نگاری میں حوصلہ، ہمت، بہادری، جواں مردی، شجاعت، اور استقلال کے ساتھ ساتھ شمشیر زنی، تیر اندازی، نیزہ بازی اور شہسواری کے ایسے اعلیٰ مناظر سوائے انیس کے اور کہیں دیکھنے کو نہیں ملتے۔ اس ذیل میں وہ گھوڑے کی تعریف، اس کی سبک رفتاری اور وفاداری کا ذکر بھی کرتے ہیں۔ رزم نگاری دراصل منظر نگاری اور رجز نگاری سے قریب تر ہے:

اسد اللہ کے صدقے شہ والا کے نثار　　وہی حملے تھے وہی زور وہی تھی تلوار
فتح حیدر نے کیا جنگ میں خیبر کا حصار　　مورچے فوج کے حضرت نے بھی توڑے کئی بار
کیوں نہ ہو احمد مرسل کے نواسے تھے حسین
فرق اتنا تھا کہ دو روز کے پیاسے تھے حسین

ہر طرف فوج میں غل تھا کہ دہائی مولا　　ہم نے دیکھی ترے ہاتھوں کی صفائی مولا
الاماں خوب سزا جنگ کی پائی مولا　　آپ کرتے ہیں بروں سے بھی بھلائی مولا
ہاتھ ہم باندھتے ہیں پھینک کے شمشیروں کو
بخشیے امت نا اہل کی تقصیروں کو

انیس جس زمانے میں مرثیہ گوئی کی طرف متوجہ ہوئے وہ زمانہ اردو زبان اور اردو مرثیہ کی تاریخ کا ''دورزریں'' تھا۔ یہ اس لحاظ سے بھی اہم دور تھا کہ شمالی ہند میں اردو کے دو اہم مراکز دبستان دلی اور دبستان لکھنؤ اپنے شباب پر تھے۔ شاہ نصیر، ذوق، غالب اور مومن جیسے اساتذہ سخن اگر دلی میں دادسخن دے رہے تھے تو ناسخ، آتش اور ان کے شاگردوں کا ایک بڑا حلقہ لکھنؤ میں شعرو ادب کی محفلیں سجائے بیٹھا تھا۔ مثنوی، قصیدہ اور مرثیہ گوئی کی ہر طرف دھوم تھی۔ ایسے ماحول میں انیس نے اردو مرثیہ کو ایک نئے

رنگ و آہنگ سے آشنا کیا۔ان کے مرثیے ان کی فصاحت و بلاغت کے مظہر ہیں ۔انہوں نے منظر کشی ، جذبات نگاری ، کردار نگاری ، مکالمہ نگاری ، رزم و بزم کے مناظر اور سراپا نگاری وغیرہ میں ایسا کمال دکھایا جو ان کے مختلف علوم اور زبان پر دسترس کا پتہ دیتے ہیں ۔انیس نے غزلیں بھی کہیں مگر مرثیہ گوئی میں جو نام پیدا کیا وہ جگ روشن ہے۔ جب اودھ کا دارالحکومت فیض آباد سے منتقل ہو کر لکھنؤ آ گیا تو فیض آباد کی ساری علمی و ادبی رونقیں بھی یہاں منتقل ہو گئیں ۔انیس نے مرثیے کو دل نشیں بنانے پر زور دیا۔لب و لہجہ میں سادگی اور سنجیدگی کے ساتھ ساتھ متانت و پاکیزگی کو راہ دی ۔روزمرہ محاوہ و تراکیب میں وسعت پیدا کی ۔یہی وجہ ہے کہ انیس کی مرثیہ گوئی کا ماہرین ادب اور ناقدین فن نے کھل کر اعتراف کیا ہے۔

☆☆☆